حافظ عطاء الرحمٰن علوی[1]

# پندرہویں صدی اور شرک وجہالت کے اندھیرے

روزنامہ 'پاکستان' میں شائع ہونے والے شرک پرور مضامین کا ناقدانہ جائزہ

دین اسلام، دنیا کے تمام مذاہب سے منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے اور اُس کی اساس و بنیاد بڑی ٹھوس اور محکم ہے اور وہ 'توحیدِ خالص' ہے۔ اس سے ہم کنار ہوئے بغیر سرخ روئی ناممکن ہے۔ تمام انبیا کی تبلیغ و مساعی کا مرکزی نکتہ توحید ہی رہا اور اُنہوں نے شرک کی خوب خوب مذمت کی۔ رسول اکرم، شفیع معظم، خاتم النّبیین، رحمۃ للعالمین محمد ﷺ نے بھی شرک میں ڈوبی ہوئی عرب کی تاریک بستی میں شمع توحید روشن کی اور اس کی روشنی نے معاشرے کے ظلمات کو مٹا کر اسے بقعہ نور بنا دیا۔ لوگ شرک کی خاردار وادیوں سے نکل کر توحید کے مہکتے گلستان میں پہنچے۔

دوسری طرف شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے جو اسے راہِ حق اور توحیدِ خالص سے ہٹانے کے لئے گھناؤنے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے اور ذہنوں میں ایسی تلبیس کرتا ہے کہ ایک طرف شرک کو عقیدہ توحید کے نام سے متعارف کرواتا اور دوسری طرف توحید کے صافی چشمے کو متعفن کرنے کے لیے بزرگانِ دین، اولیا و شہدا کے متعلق شرکیہ عقائد کو مزین کرکے پیش کرتا ہے۔ اس گھمبیر صورت حال میں توحیدِ خالص سے ہر مسلمان کو روشناس کروانا اور شکوک و شبہات کا اِزالہ کرنا اہل توحید کی اہم ذمہ داری ہے۔

آج بہت سے عناصر غلط راہنمائی کے ذریعے سادہ لوح عوام کو اس دلدل میں دوبارہ دھکیل رہے ہیں جس سے نکالنے کے لیے نبی رحمت ﷺ نے طائف کی وادیوں میں بھی تکالیف اُٹھائی تھیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی روزنامہ 'پاکستان' میں ۷/اپریل سے ۱۰/اپریل ۲۰۱۲ء تک چھپنے والا ایک مضمون 'اُمتِ توحید اور پندرہویں صدی' ہے۔ ڈاکٹر آصف اشرف جلالی کا 'عقیدہ توحید اور اُمتِ توحید' کے نام سے یہ مضمون انٹرنیٹ پر بھی

[1] مدرّس دار العلوم محمدیہ، مغل پورہ، لاہور

موجود ہے۔ یہ مضمون کئی ایک مغالطوں اور تلبیسات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ

① اُمتِ محمدیہ میں شرک نہیں ہو سکتا، لہٰذا ہمیں اس کی فکر سے آزاد ہو جانا چاہئے۔

② اس مضمون میں شرک کی تعریف اس انداز سے کی گئی کہ یہود و نصاریٰ، عرب کے مشرکین اور باطل نظریات کے حامل لوگوں کا شرک بھی توحید نظر آنے لگے۔ واضح رہے کہ پاکستان کے عمومی باشندے بھی ایسے ہی اوہام کا شکار نظر آتے ہیں۔

③ ان مضامین میں الفاظ کی ظاہری مشابہت اور قیاسات کے ذریعے بزرگوں اور اولیا کو ایسی من مانی صفات کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے جن کی کوئی حقیقی دلیل نہیں ہے۔

④ ضعیف اور کمزور روایات سے بزعم خویش عقیدہ توحید کی عمارت قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور خود ساختہ تعبیرات سے احادیثِ صحیحہ اور قرآنی مفہوم کو تبدیل کیا گیا۔

⑤ قبروں کی زیارت اور بعض ضعیف قصوں سے تبرکات وتوسل کا استدلال کر کے اُمت کے صحیح عقائد میں انتشار کی کوشش کی گئی۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ طلبِ حق کی نیت سے قرآن مجید اور فرامین نبویؐ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان مغالطات کی خوب تردید ہوتی نظر آتی ہے اور کسی مخصوص سوچ سے آزاد ہو کر شرعی نصوص کا مطالعہ کیا جائے تو عقیدۂ توحید کی عظمت اور شرک کی مذمت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور یہ بھی ایک مسلّمہ امر ہے کہ جس طرح صدیوں قبل خالص توحید کا عقیدہ موجود تھا، آج بھی وارثانِ توحید و سنت اور اہل حق اسی پر قائم ہیں، اسی طرح اُمت محمدیّہ میں شرک کے وجود کا ثبوت بھی صدیوں پہلے آشکار تھا اور آج بھی واضح ہے۔ ذیل میں مذکورہ اشکالات اور ان کی تائید میں پیش کیے جانے والے دلائل کا تجزیہ پیش خدمت ہے جس سے حقیقتِ حال کو سمجھنا آسان ہو گا۔

## اُمتِ محمدیہ میں شرک کا وجود

اُمتِ اسلامیہ میں شرک کا وجود ایک بدترین لعنت ہے اور جب اس کے ازالے یا خاتمے کی جدوجہد کی جاتی ہے، تو بعض لوگ ایسی تمام کوششوں کو یہ کہہ کر ردّ کر دیتے ہیں کہ اس دور میں اُمتِ محمدیہ میں شرک کا وجود ناممکنات میں سے ہے۔ پھر اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے بعض خود ساختہ دلائل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دلائل بالکل بودے اور اٹکل پچو کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا اُمتِ اسلامیہ کو شرک جیسی لعنت کے بارے میں

انتہائی حساس اور ہر لحہ فکر مند رہنا چاہئے۔ مضمون نگار کے ذکر کردہ دلائل وشبہات اور ان ازالے سے پہلے اُمتِ اسلامیہ میں شرک کے وجود پر چند دلائل بالاختصار ملاحظہ فرمائیں:

① فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ﴾

''وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی، انہی کے لیے امان اور وہی راہ پر ہیں۔''[1]

اس آیتِ مبارکہ میں ظلم سے مراد شرک ہے جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''جن مؤمنین نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم نہیں کیا...'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت سے بہت پریشان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''ہم میں سے کون شخص ہے جو ظلم نہیں کرتا؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے (جو تم سمجھے) بلکہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے جس طرح لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک کرنا ظلم عظیم ہے۔''[2]

یہ آیت ایمان والوں سے متعلق ہے۔ اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے اپنے متعلق سمجھ کر پریشانی کا اظہار کیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ظلم کے مفہوم کو واضح کیا اور اُمت میں شرک کے وجود کو ردّ نہیں فرمایا بلکہ باقی رکھا اور نہ ہی اسے قربِ قیامت کے ساتھ خاص قرار دیا۔ لہٰذا اس آیت میں شرکِ اکبر کی بات ہے اور اُمت میں اس کے وجود کا اثبات بھی۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَہُمۡ وَ رُہۡبَانَہُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡۤا اِلٰـہًا وَّاحِدًا ۚ ﴾[3]



---

1 سورۃ الانعام: ۸۱، ۸۲... ترجمہ 'کنز الایمان' از احمد رضا خاں بریلوی

2 ترجمہ از غلام رسول سعیدی، شرح مسلم، جلد ۱ صفحہ ۵۸۶

3 التوبۃ: ۳۱، ترجمہ تبیان القرآن از غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، کراچی

"اُنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما کو اور پیروں کو خدا بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی، حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔"

مولانا غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"قرآنِ مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اللہ کے ارشاد کے مقابلے میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اور اس پر اصرار کرنا [دراصل] اُس دینی پیشوا کو خدا بنالینا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی صریح حدیث کے مقابلے میں اپنے کسی دینی پیشوا کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

"لیکن اس زمانے میں ہم نے دیکھا، اگر کسی شخص کے دینی پیشوا کے قول کے خلاف قرآن اور حدیث کتنا ہی کیوں نہ پیش کیا جائے، وہ اپنے دینی پیشوا کے قول کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن کی آیت اور یہ حدیث اُن کو معلوم نہ تھی؟... اور وہ قرآن وحدیث کو تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔"[1]

مولانا سعیدی کے بیان کے مطابق آج بھی لوگ دینی پیشواؤں کو ربّ بنائے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف بعض حضرات جو اُمت میں شرک کی نفی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، اُنہیں سوچنا چاہیے کہ کیا اللہ کے سوا کسی کو ربّ بنانا بھی شرکِ اکبر نہیں ہے؟

③ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين وحتى تعبد قبائل من أمتي بالأوثان»[2]

"قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری اُمّت کے قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری اُمت کے قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں۔"

اس حدیث میں بھی اُمت کے افراد میں شرک کے پائے جانے کا واضح ثبوت ہے اور اس کو قربِ قیامت کے ساتھ خاص قرار دینا حدیث میں معنوی تحریف کے مترادف ہے۔

④ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ تبیان القرآن: ۵/ ۱۳۳

۲ سنن ابوداؤد: ۴۲۵۲، مسند احمد: ۵/ ۲۷۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲

«لكل نبي دعوة مستجابة، فتعجل كل نبي دعوته وإني اختبأت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيمة نائلة إن شاء الله من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئًا»[1]

''ہر نبی کی ایک دُعا (ضرور) قبول کی جاتی ہے۔ ہر نبی نے اپنی (اس) دُعا میں جلدی کی اور میں نے اپنی دُعا اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے قیامت والے دن کے لیے بچا رکھی ہے اور میری دُعا ان شاء اللہ میری اُمّت میں سے ہر اس آدمی کو پہنچے گی جو اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔''

ان احادیث سے اُمت میں شرک کے وجود کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ وگرنہ ان احادیث میں شرک نہ کرنے کی قید بے معنیٰ ہوگی اور ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام بے معنیٰ نہیں بلکہ شرک کے عدم وجود کا نظریہ ہی بے معنیٰ و بے فائدہ ہے۔

## اُمتِ محمدیہ میں عدم شرک کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ

شرک کے وجود پر آپ تین شرعی دلائل ملاحظہ فرما چکے ہیں، اب ذیل میں اُمت مسلمہ میں شرکِ اکبر کے وجود کی نفی پر مضمون نگار کے بیان کردہ دلائل جن سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اُمت محمدیہ ﷺ میں شرک کا امکان نہیں ہے، کا تجزیہ پیش خدمت ہے:

① صاحبِ مضمون کی پہلی دلیل یہ ہے کہ پہلی قوموں کی طرح اس اُمت میں شرک نہیں آیا۔ اس کے لیے اُنہوں نے اس آیت سے استدلال کیا کہ قوم موسیٰ نے نجات پانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

''اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارے لیے ایک ایسا الٰہ بنا دے جیسے ان کے اتنے خُدا ہیں۔''[2]

اس آیت پر اُن کی وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اُمتِ محمدیہ میں قوم موسیٰ کی مشابہت نہیں ملتی، چنانچہ اُن میں شرک بھی نہیں۔

**تبصرہ:** یہ دعویٰ درست نہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں قوم موسیٰ سے کوئی مشابہت نہیں پائی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے درختوں کو متبرک سمجھ کر اسلحہ لٹکانے کو قوم موسیٰ کی

---

۱ صحیح مسلم: ۳۳۸، شرح السنۃ: ۷/۱۲۳، مسند ابو عوانۃ: ۹۰

۲ سورۃ الاعراف: ۱۳۸... بحوالہ روزنامہ پاکستان مجریہ ۷/ اپریل، قسط نمبر ۱/ ص ۵

بت پرستی سے تشبیہ دی تھی۔ جیسا کہ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین کی طرف نکلے تو ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے جسے ذات أنواط کہا جاتا تھا، مشرکین اس پر اسلحہ لٹکاتے تھے۔ چند نومسلم لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ: "جس طرح ان کے لیے ذات انواط ہے ہمارے لیے بھی اسی قسم کا ذات انواط بنا دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الله أكبر هٰذا كما قالت بنو إسرائيل اجعل لنا إلهًا كما لهم اٰلهة لتركبن سنن من كان قبلكم»[1]

"اللہ اکبر! یہ تو اسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر دیں جیسے اُن کے معبود ہیں، واقعی تم پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔"

آج بھی اُمت میں آپ کو اس کی مثالیں ملیں گی کہ مزاروں پر موجود درختوں کے ساتھ اسی تبرک کا معاملہ کرتے ہوئے دھاگے، کپڑے اور سامان باندھے جاتے ہیں اور اُنہیں مختلف حاجات براری کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ سلطان باہو کے مزار پر موجود بیری کے درخت کو اولاد کے حصول کے لیے متبرک سمجھنا بلکہ چکر گن کر طواف کرنا وغیرہ کوئی پوشیدہ امر نہیں۔ کیا اس کو بھی صاحب مضمون 'لذتِ توحید' سے گردانیں گے اور عقیدہ توحید کی پہرہ داری سے تعبیر کریں گے؟

② اس میں کوئی شک نہیں کہ عقیدہ توحید یقیناً اُمت میں باقی ہے۔ جو لوگ خالص توحید پر قائم ہیں، وہی خالص اسلامی عقیدے کے بھی وارث ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں میں شرک بھی پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری اُمت شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتی بلکہ کچھ لوگ ہر دور میں توحیدِ خالص کے علم بردار ہوں گے۔

اسی حقیقت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں واضح کیا تھا:

"مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم [سب] میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔"[2]

---

۱ مسند حمیدی:۸۴۸، ترمذی:۲۱۸۰، مسند احمد:۵/۲۱۸، مصنف عبد الرزاق:۱۱/۳۶۹، ابن حبان:۹/۲۴۸، ۶۶۶۷

۲ صحیح بخاری:۱۳۴۴، صحیح مسلم:۲۲۹۶

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے، اگرچہ بعض مسلمان مشرک ہو گئے۔''[1]

صحیح بخاری کے شارحین: حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی حنفی اور احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس سے یہی مفہوم مراد لیا ہے۔[2]

یہ تو اس کا صحیح مفہوم ہوا۔ لیکن روزنامہ پاکستان کے مضمون نگار کے مطابق

''مذکورہ حدیث کو شرک کے خاتمے پر دلیل تسلیم کر لیا جائے تو پھر اسی طرح کی احادیث کی بنا پر اُمت سے فقر و فاقے کے خاتمے کا بھی دعویٰ کرنا چاہیے جیسا کہ صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: «فو الله لا الفقر أخشى عليكم»[3] ''اللہ کی قسم میں تم پر فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا۔'' لیکن اُمتِ محمدیہ ﷺ کے لوگوں میں آج فقر و فاقہ کی جو صورتحال ہے، ہر آدمی اس سے بخوبی واقف ہے جس سے معلوم ہوا کہ شرک کے وجود والی حدیث کا جو مفہوم آج کچھ لوگ جو پیش کر رہے ہیں، وہ درست نہیں۔''

تبصرہ: احادیث کا غلط مفہوم لے کر اُمت کو شرک پر جری کرنا اور شرک جیسے ناسور سے بے پروا کرنے کی کوشش کرنا اُمت کی خیر خواہی نہیں بلکہ ملّت دشمنی ہے۔ یوں بھی عقائد کے بارے میں احادیث آحاد سے استدلال کرنا کم از کم بریلوی مکتبِ فکر کو روا نہیں کیونکہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے تو عقائد کے معاملے میں لکھا ہے کہ عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہوں کافی نہیں، مزید شرح عقائد نسفی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہوں ظن ہی کا فائدہ دیتی ہیں اور معاملہ اعتقاد میں ظنّیات کا کچھ اعتبار نہیں۔''[4]

اس پیمانہ پر مضمون نگار کی پیش کردہ روایات کا پورا اُترنا تو دور کی بات ہے، اُنہوں نے تو

1. نعمۃ الباری: ۳/۵۱۴
2. فتح الباری: ۳/۲۱۱، عمدۃ القاری: ۸/۱۵۷، ارشاد الباری: ۲/۴۴۰
3. صحیح بخاری: ۳۱۵۸
4. فتاویٰ رضویہ: ۵/۴۷۷

بہت سی ضعیف روایات کا بھی سہارا لیا ہے جن پر مختصر تبصرہ آگے آئے گا۔

③ مضمون میں سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی پیش کی گئی ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت پر شرک اور شہوتِ خفیہ کا خطرہ تھا جس کی خاطر آپ رنجیدہ خاطر تھے اور آپ نے فرمایا تھا:

"میری اُمّت کے لوگ نہ سورج کی عبادت کریں گے نہ چاند کی، نہ کسی بت کی عبادت کریں گے، نہ پتھر کی، لیکن ریاکاری کریں گے اور یہ شرک ہے اور شہوتِ خفیہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی روزہ رکھے گا، لیکن کسی شہوت کی وجہ سے توڑ دے گا۔"[1]

اس روایت سے بھی شرکِ اکبر کی نفی پر استدلال کیا گیا ہے لیکن جناب کی یہ کمزور ترین دلیل تارِ عنکبوت کی حیثیت بھی نہیں رکھتی کیونکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک حاکم کی مذکورہ روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی عبدالواحد متروک الحدیث ہے، مسند احمد کے محقق شعیب ارناؤوط اوران کی زیر نگرانی تحقیقی کمیٹی نے اس روایت کے متعلق یہ فیصلہ دیا ہے کہ اسناده ضعيف جدًا اس کی سند انتہائی ضعیف ہے۔ عبدالواحد بن زید کے متعلق ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اسکے ضعیف ہونے پر اجماع واتفاق ہے۔[2]

یہ روایت سنن ابن ماجہ میں بھی مروی ہے جس کی سند میں روّاد نامی راوی ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور ایک راوی عامر بن عبد اللہ مجہول ہے اور بھی کئی خرابیاں ہیں۔

اب فاضل بریلوی کا عقائد کی بابت اوپر بیان کردہ معیار ذہن میں رکھیں اور اس قسم کی ضعیف روایات سے شرک کی نفی بھی دیکھیں تو ایسی روایات پر خود ساختہ عقیدہ توحید کی بنیاد رکھنا ہی مضحکہ خیز نظر آتا ہے۔

④ اسی مفہوم کی ایک اور روایت سیر اعلام النبلاء سے بھی پیش کی گئی جو مسند احمد: ۱۷۱۴۰ پر موجود ہے۔ اس کے تحت بھی فاضل محقق شعیب ارناؤوط کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ ضعیف روایت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شرکِ اصغر یعنی ریاکاری بھی اُمت میں ایک بہت بڑا مسئلہ

---

۱ مستدرک حاکم: ۵/ ۷۰۴۷، ۸۰۱۰، مسند احمد: ۵/ ۵۳۸، ۱۷۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۵، شعب الایمان از بیہقی: ۵/ ۳۳۳ وغیرہ، بحوالہ روزنامہ پاکستان: ۷ اپریل ۲۰۱۲ء، قسط نمبر ۱ زیر تبصرہ مضمون

۲ الموسوعة الحديثية مسند احمد: ۲۸/ ۳۴۷۔ اس روایت پر تفصیلی بحث محدث جون ۲۰۱۱ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہے لیکن اس سے شرکِ اکبر کے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔

⑤ مضمون نگار نے اُمتِ محمدیہ ﷺ میں شرک اکبر کے وجود کی نفی پر اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ»[1]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ نمازی، جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں گے۔''

اس حدیث سے اُمت میں شرک کی نفی کرتے ہوئے مضمون نگار کہتے ہیں کہ یہ صرف جزیرۃ العرب کے لحاظ سے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لحاظ سے ہے۔ حالانکہ موصوف کو عام اور خاص میں فرق کرنا چاہیئے۔ کتنی سادہ بات ہے کہ المصلّون میں نمازی عام تھا اور جزیرۃ العرب کے الفاظ سے تخصیص ہوگئی اور اعتبار تو خاص کا ہوگا، نہ کہ عام کا، لیکن افسوس کہ خود ساختہ نظریات کی خاطر سب کچھ جائز کر دیا جاتا ہے۔

یوں بھی اس حدیث مبارکہ میں جزیرہ عرب میں بھی صرف اس کی عبادت کی نفی کی گئی ہے۔ جہاں تک شیطان کی اطاعت کا معاملہ ہے جو عبادت کا مجازی مفہوم ہے، تو یہ فتنہ اب بھی جزیرۃ العرب سمیت پوری دنیا میں موجود ہے۔ کتنے لوگ رحمٰن کی بجائے شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں۔ مزید برآں جزیرۃ العرب میں بھی اجتماعی طور پر شیطان کی عبادت کی نفی کی گئی ہے کہ سب نمازی شیطان کی شرک والی اطاعت و عبادت نہیں کریں گے البتہ بعض اس بیماری میں مبتلا ہوں گے۔

⑥ مذکورہ مضمون میں شرک کی نفی پر یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ جب نماز، روزہ بھی باقی نہیں رہے گا تو یہ کلمہ اُس وقت بھی معتبر ہوگا۔ چنانچہ اس اُمت میں پہلے بد عملی آئے گی اور اب اس وقت یہ اُمت جس مرحلہ سے گذر رہی ہے، یہ مرحلہ شرکِ جلی میں مبتلا ہونے کا نہیں ہے۔ اور اس کے لیے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسی روایت سے استدلال کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''اسلام بوسیدہ ہو جائے گا اور بوڑھے مرد اور عورتیں رہ جائیں گے۔ وہ کہیں گے ہم

[1] صحیح مسلم: رقم ۵۰۳۰

نے اپنے آباو اجداد کو اس کلمے پر پایا، ہم نے بھی یہ کلمہ کہہ دیا اور اُنہیں یہ لا إلٰه إلا الله فائدہ دے گا۔''[1]

تبصرہ: اس روایت کی سند پر تبصرے سے قطع نظر اس کے متن پر غور و فکر کرنے سے ہر ذی شعور یہ فیصلہ کرے گا کہ اس حدیث میں صرف بد عملی کی بات ہوئی ہے اور بد عملی کے دور میں بھی کچھ لوگ کلمے پر قائم ہوں گے اور شرک میں مبتلا نہ ہونے کی وجہ سے کلمہ اُنہیں فائدہ دے گا۔ لیکن یہ تو صاحبِ مضمون کی اپنی اختراع ہے کہ اس دور تک کبھی شرکِ جلی نہیں ہوا ہو گا اور کبھی شرک کا دور دورہ نہیں ہوا ہو گا۔ مذکورہ حدیث میں کہیں کوئی ادنیٰ اشارہ بھی اُن کے مدعا کو ثابت نہیں کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ خالص کلمہ توحید جو شرک کی آمیزش سے پاک ہو، وہ ہر دور میں فائدہ دیتا ہے حتیٰ کہ بد عملی کے تاریک دور میں بھی خالص کلمہ توحید فائدہ دے گا اور اس میں کوئی اختلاف کی بات نہیں۔ لیکن اس سے یہ مفہوم کشید کیا جائے کہ اس وقت تک اُمت میں شرک نہیں ہو گا، من چاہا استدلال اور مطلب کی بات ہے!

**مفہوم حدیث میں تحریف:** انتہائی قابل افسوس بات ہے کہ اُمت میں بدعقیدگی پھیلانے کی خاطر نام نہاد مفکر اَحادیث کے مفہوم کو اپنی من چاہی آرا کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔[2] انہی میں سے ایک بات زیرِ نظر مضمون 'پندرھویں صدی اور اُمتِ توحید'[3] میں ہے کہ ''ایک حدیث شریف میں جو کچھ قبائل کے مشرک ہو جانے کا ذکر ہے تو وہ بعد کا معاملہ ہے۔'' اس کے لئے بعض احادیث میں «لا تقوم الساعة» کے الفاظ کے ساتھ شرک کے بیان سے من مانا مفہوم نکالا گیا ہے۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں کیسے بے جا طور پر مفہوم حدیث میں تحریف کی گئی ہے۔

دراصل «لا تقوم الساعة» کے الفاظ کی بنا پر اس کو قربِ قیامت سے ہی خاص کر لینا عربی اُسلوب اور مفہوم احادیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ مضمون نگار نے «لا تقوم الساعة» کے الفاظ سے یہ باور کرایا کہ شاید یہ بعد کا معاملہ ہے اور قربِ قیامت ایسا ہو گا۔ جبکہ احادیث میں غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بہت سے

---

۱ مستدرک حاکم: ۵/ ۶۶۲، ۸۵۰۸، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۹، النہایۃ فی الفتن لابن کثیر: ۱/ ۳۰

۲ جس کی مثالیں مضمون ''اُمتِ توحید اور پندرہویں صدی'' میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۳ قسط نمبر ۲، کالم نمبر ۱: روزنامہ پاکستان: ۷/ اپریل ۲۰۱۲ء

معاملات میں یہ الفاظ «لاتقوم الساعة» استعمال کیے ہیں لیکن وہ معاملات قربِ قیامت کے ساتھ خاص نہیں، بعد کے معاملے نہیں بلکہ کچھ واقع ہوچکے اور کچھ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بعض تو آپ کے بعد قریبی زمانے میں ہی وقوع پذیر ہوگئے تھے۔ لہٰذا ان الفاظ کو شرک کے متعلق بھی اسی طرح سمجھا جائے کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان سچ ہے کہ قیامت سے پہلے ایسا ہوگا کتنا پہلے ہوگا، اس کی کوئی قید نہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے صحیح بخاری کی ایک روایت پر غور کریں، جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں:

«لاتقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان تكون بينهما مقتلة دعوتهما واحدة وحتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلثين كلهم يزعم أنه رسول الله وحتى يقبض العلم وتكثر الزلازل»[1]

”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو عظیم جماعتیں لڑائی کریں گی۔ ان کے درمیان بڑی جنگ ہوگی اور اُن کی دعوت ایک ہوگی اور قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تیس کے قریب جھوٹے دجّال آئیں گے اور ہر کوئی دعوے دار ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ علم قبض کرلیا جائے گا اور زلزلے بکثرت ہوں گے۔“

رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق آپ ﷺ کے بعد، قریبی زمانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگیں ہوئیں اور اُن دونوں کی دعوت بھی ایک تھی پھر جھوٹے مدعیانِ نبوت بھی اس دور سے ہی جاری ہیں اور آج قحط الرجال کے دور میں اور علما کی وفیات کے ذریعے علم بھی اُٹھ رہا ہے، زلزلوں کا سلسلہ بھی کچھ عرصہ سے مخفی امر نہیں۔

اب اگر «لاتقوم الساعة» سے مراد قربِ قیامت والی 'صاحب مضمون' کی منطق تسلیم کرلی جائے تو اس صحیح حدیث میں مذکور تمام چیزوں کے اب تک وقوع کی نفی کرنی پڑے گی حالانکہ یہ واقع ہوچکی ہیں اور بعض مزید بھی ہوں گی۔ جبکہ صحیح انداز پر احادیث کو سمجھنے سے کسی حدیث کا انکار لازم نہیں آتا۔

الغرض یہ بات واضح ہے کہ جس طرح اس حدیث میں مذکورہ واقعات بعد کے معاملے نہیں، اسی طرح قبائل کا مشرک ہوجانا یا اُمت میں شرک کا وجود بھی بعد کا معاملہ نہیں۔

1 صحیح بخاری: ۱۳۱۷

بعض لوگوں نے آج بھی جس طرح نبی اکرم ﷺ کے حقوقِ اطاعت و اتباع اپنے ائمہ کو دے رکھے ہیں، اسی طرح حقوقِ الٰہی کو بھی بعض دوسرے لوگ تقسیم کرکے شرک کے مرتکب ہورہے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اُمت کا عظیم طبقہ توحیدِ خالص پر کل بھی قائم تھا، آج بھی قائم ہے اور قائم رہے گا۔ ان شاء اللہ!

جس پیغمبر نے شرک کی جڑیں کاٹی تھیں، اس متبع وحی پیغمبر ﷺ نے ہی پیش گوئی فرمائی تھی۔ «لتركبن سنن من كان قبلكم» تم ضرور پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلوگے۔[1] اس حدیث کے سیاق میں ذاتِ انواط یعنی درختوں کو متبرک سمجھ کر اسلحہ لٹکانے کا ذکر ہے اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے "إله" معبود بنانے سے تعبیر کیا اور وہ معبود بنانا پہلی اُمتوں کا شرک تھا جس کے متعلق واضح کیا کہ تم شرک میں پہلی اُمتوں کی پیروی کروگے اور آج اس طرح کے معاملات کرنے والے بہت سے لوگ ہیں جن پر فتویٰ شرک صادر ہوتا ہے۔ لیکن تعجب ہے ایسے نام نہاد مفکرین پر جو کہتے ہیں کہ پہلی اُمتوں جیسی شرک کی بیماری اس اُمت کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔

## توحید وشرک کے پیمانوں میں تعریف کے ذریعے تبدیلی

شرک کی مذمت سے بچنے اور اصلاحِ احوال کی فکر کرنے کی بجائے پیش نظر مضمون میں توحید وشرک کی تعریف ہی اس انداز سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بے شمار شرکیہ اعمال، شرک کے دائرے سے خارج ہوجائیں۔

چنانچہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفاتِ مخصوصہ اور حقوق و اختیارات میں یکتا و بے مثل مانا جائے۔" جبکہ مضمون نگار کے بیان کے مطابق "توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت میں کسی کو شریک نہ مانا جائے۔"

واضح رہے کہ یہ صرف توحید اُلوہیت کی تعریف ہے جبکہ توحیدِ ربوبیت اور توحید اسماء و صفات اس تعریف سے خارج نظر آرہے ہیں، لہٰذا یہ تعریف ناقص ہے۔ پھر اس پر ہی بس نہیں بلکہ معیارِ اُلوہیت بھی یہ مقرر کیا گیا ہے کہ کسی کو واجب الوجود اور مستحق عبادت سمجھا جائے، اور واجب الوجود وہ ذات ہے جس پر کبھی نہ عدم آیا ہے، نہ آسکتا ہے۔ اور شرک

---

1 مسند حمیدی: ۸۴۸، مسند احمد: ۲۱/۵، سنن ترمذی: ۲۱۸۰

تب ہی ہو گا جب کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت سمجھا جائے۔[1]

**حقیقتِ حال:** یہ ہے کہ توحید کی یہ تعریف انتہائی ناقص اور ناکافی ہے۔ اگر اس تعریف کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر علما اور پیروں کو ربّ بنانے والے بھی موحد ثابت ہوں گے، جبکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾[2]

''اُنہوں نے اپنے علما اور پیروں کو اللہ کے سوا ربّ بنا لیا ہے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی کو ربّ بنا لینا شرک ہے اور عیسائی لوگ اپنے علما اور پیروں کو نہ واجب الوجود سمجھتے تھے اور نہ مستحق عبادت بلکہ محض ان کی خلافِ شریعت اطاعت کرتے تھے، لیکن قرآنِ مجید نے اسے ربّ بنانے سے تعبیر کیا ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس خود ساختہ تعریف کے مطابق تو غیر اللہ کو ربّ بنانے والے بھی موحد ہی قرار پائے۔

## کیا مدد گار ہونا معیار اُلوہیت نہیں؟

اپنے خود ساختہ عقائد و نظریات کو کمزور دلائل کی بیساکھی دیتے ہوئے مضمون نگار نے یہ بھی کہا کہ ''معیارِ اُلوہیت مدد گار ہونا نہیں''[3] یعنی توحید کے تقاضوں میں یہ بات شامل نہیں کہ اللہ کو اکیلے اور یکتا مشکل کشا سمجھا جائے۔

**تبصرہ:** یہ بھی مفہوم قرآن سے عدم دلچسپی یا چشم پوشی کا نتیجہ ہے وگرنہ بیسویں پارے کی ابتدائی آیات میں واضح طور پر خالقیت، مدبر الامور ہونا، لاچاروں کی پکار سن کر مشکل کشائی اور خشکی و پانی کی تاریکیوں میں راہنمائی اور قیامت کے دن دوبارہ جمع کرنے اور آسمان و زمین کے رزاق ہونے کو ہی معیارِ اُلوہیت قرار دیا گیا ہے۔[4]

ایک حنفی عالم طاہر چشتی لکھتے ہیں:

إن العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق الله تعالىٰ وحده[5]

---

1 زیر نظر مضمون: اُمتِ توحید اور پندرھویں صدی، روزنامہ پاکستان ۷/اپریل ۲۰۱۲ء، قسط نمبر ۲

2 التوبۃ: ۳۱

3 حوالہ نمبر ۱، کالم نمبر ۳

4 النمل: ۶۰ تا ۶۴

5 مجمع بحار الانوار: ۲/۴۴۸

”بیشک عبادت کرنا، حاجات طلب کرنا اور مدد طلب کرنا صرف اللہ کا حق ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ مشکل کشا اور مدد گار ہونا معیارِ اُلوہیت ہے۔ لیکن روزنامہ 'پاکستان' کے مضمون نگار نے مافوق الاسباب اور تحت الاسباب مدد لینے کی مثالیں پیش کرکے مشکل کشائی اور دستگیری کے مسئلے کو الجھانے اور خلط ملط کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تحت الاسباب اور فوق الاسباب مدد لینے کی تقسیم قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ تحت الاسباب کسی سے تعاون لینا تو شریعت میں مطلوب ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ﴾[1]

”اور تم نیکی کرو اور تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔“

اور مافوق الاسباب تو ربّ کے سوا کسی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝١٩١ وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝١٩٢ ﴾[2]

”کیا ایسے لوگوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں جو اُن کی مدد کر سکتے اور نہ اپنے آپ کی مدد پر قادر ہیں۔“

رہا بدر میں فرشتوں کا مدد کے لیے آنا تو وہ بھی اللہ کی مدد تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ ﴾[3]

”اور تحقیق اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی۔“

سورۂ انفال میں واضح فرمایا کہ مؤمنوں نے اللہ کے سوا رسولوں یا ولیوں یا فرشتوں سے مدد نہیں مانگی تھی۔ جبکہ آج کل ان ہستیوں سے مدد کے لیے بہ کثرت نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں تک فرمایا:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝٩ ﴾[4]

”جب تم اپنے ربّ سے مدد مانگ رہے تھے اس نے قبول کیا کہ بیشک میں ایک ہزار



۱ سورۃ المائدۃ:۲

۲ سورۃ الاعراف:۱۹۱، ۱۹۲

۳ سورۃ آل عمران:۱۲۳

۴ سورۃ الانفال:۹

یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔"

اور اس سے اگلی آیت میں واضح کر دیا کہ مدد صرف اللہ کی طرف سے تھی۔ جب مدد اللہ کی تھی تو فرشتوں کا آنا تحت الاسباب تھا، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فرشتوں کو مددگار سمجھ کر انہیں پکارنا شروع کر دیا جائے۔

ایک لمحے کے لیے اگر جلالی صاحب کی بیان کردہ توحید کی تعریف تسلیم بھی کر لی جائے تو تب بھی آج بہت سے لوگ شرک میں مبتلا ہیں۔ آج مزارات کے متعلق یہ اشعار لکھے جاتے ہیں: "ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے" (دیوانِ محمدی)

مزاروں کے طواف ہوتے ہیں، اُنہیں نذر و نیاز کے لائق سمجھا جاتا ہے، حج آستانوں پر ہوتے ہیں، جو افراد ان خرافات میں مبتلا ہیں وہ اولیا و اکابرین کو اُن کا مستحق سمجھ کر یہ کام کر رہے ہیں۔ جب مستحق سمجھ لیا تو ان کی تعریف کے مطابق وہ مشرک ہو گئے۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ شرکِ اکبر اس اُمت کا پرابلم نہیں، باطل ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں شرک ایک بڑا ہی اہم مسئلہ ہے جس کی فکر ضروری ہے!!

## دیگر شبہات اور ان کا ازالہ

پچھے اُمتِ مسلمہ میں شرک کے وجود پر پیش کردہ دلائل سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ شرک ایک بڑا خوف ناک مسئلہ ہے اور ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارے پیشِ نظر مضمون کے قلم کار جناب ڈاکٹر آصف اشرف جلالی صاحب نے پہلے تو اُمت محمدیہ میں شرک کے عدمِ امکان کے خود ساختہ دلائل پیش کئے، پھر شرک کی تعریف اس طرح پیش کی جس سے اکثر و بیشتر شرک کی صورتیں از خود ہی توحید قرار پانے لگیں۔ اپنے مضامین میں اُنہوں نے پھر شرک کی بعض پائی جانے والی صورتوں کی نت نئی توجیہات پیش کی ہیں تاکہ شرک کی مروّجہ صورتوں کے متعلق حساسیت ختم ہو کر رہ جائے اور اُمت اسی گمراہی کا ہی شکار رہے۔ ذیل میں ایسی صورتوں کو ایک ایک کر کے پیش کیا جاتا ہے:

① **برابری سے شرک:** ان مضامین میں یہ شبہ بھی پیدا کیا گیا کہ شرک اسی وقت لازم آتا جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرح محتاج نہ مانا جائے یا پھر اللہ تعالیٰ کو اللہ کے بندوں کی طرح مشکل کشائی میں کسی کا محتاج مانا جاتا۔[1]

---

[1] زیر نظر مضمون: قسط نمبر ۲/کالم نمبر ۳

**تبصرہ:** اگر مذکورہ بات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر مکے کے مشرک بھی پکے موحد ثابت ہو جائیں گے کیونکہ مشرکین مکہ بھی جن بندوں، فرشتوں یا جنات کو پکارتے تھے، اُن کی نذر و نیاز کرتے تھے۔ وہ بھی ان کو اللہ کی طرح غیر محتاج یا اللہ کو ان کی طرح محتاج نہیں مانتے تھے۔ درج ذیل آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں۔ فرمانِ خداوندی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ ﴾[1]

"بے شک اللہ کے علاوہ جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مثل بندے ہیں۔"

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ ﴾[2]

"اب تم ذرا بتاؤ تم نے کبھی اس لات، اس عزیٰ اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور کیا۔"

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو پلاتا تھا۔"[3]

یہ حقیقت تھی ان بتوں کی جن پر فتوائے شرک لگانے پر تو ڈاکٹر آصف جلالی (مضمون نگار) بھی متفق ہے۔[4] اُن کے پیچھے بھی تصور نیک ہستیوں کا تھا اور بعض مقربین بھی تھے۔ اگر ان پر فتویٰ شرک لگتا ہے تو اِن پر بھی لگے گا لہٰذا موصوف کا اُن کو بت کا نام دے کر اللہ کے دشمن قرار دینا کوئی قرینِ انصاف نہیں بلکہ قرآن و سنت سے روگردانی ہے۔

④ **حقیقی اور مجازی کی تعریف:** یہ شبہ بھی پیش کیا گیا کہ اُلوہیت مجازی نہیں ہوتی کسی کو مجازی طور پر اللہ نہیں کہہ سکتے لیکن مددگار کہہ سکتے ہیں اور مشکل کشائی کا مجازاً بندے کو مظہر بنایا جاسکتا ہے۔

**تبصرہ:** اگر آج کے جدید مفکر صاحب کی یہ حقیقی اور مجازی کی تقسیم مان لی جائے تب تو ان کے نزدیک عرب کے مشرکوں کو بھی عقیدہ توحید کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا۔ ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ اوپر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ وہ بھی بزرگ ہستیوں کو مافوق الاسباب انہیں پکارتے تھے اور اُن کی عبادت کرتے تھے، ان کی نذر و نیاز کرتے تھے وہ انہیں غیر مستقل اور مجازی سمجھتے تھے جبکہ حقیقی اللہ کو باقیوں کو ماتحت سمجھتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے

---

۱ الاعراف: ۱۹۴

۲ النجم: ۱۹، ۲۰

۳ ابن کثیر: ۲۶۷/۴

۴ زیر نظر مضمون: قسط نمبر ۳، کالم نمبر ۲

کہ اللہ نے انہیں اِذن اور اختیارات دے رکھے ہیں۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہتے تھے: "لبیك لا شریك لك" نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے تمہاری ہلاکت ہو، اسی پر کفایت کرو؛ لیکن وہ کہتے "إلا شريكا هولك تملكه وما ملك" اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے لیے ہے تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جو اس شریک کے اختیار میں ہے۔"[1]

اس سے واضح ہوا کہ جو عقیدہ جلالی صاحب پیش کر رہے ہیں کہ اللہ بزرگانِ دین کو مشکل کشائی کا مظہر بنا دیتا ہے، وہی عرب کے مشرکین کا تھا کہ یہ حقیقی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجازاً اُن کو اس بات کا مظہر بنا دیا ہے۔ اگر وہ مشرک تھے تو یہ عقیدہ رکھ کر آج کیسی توحید باقی رہے گی؟

③ **بتوں اور بزرگوں میں فرق:** ایک شبہ یہ بھی ڈالا گیا ہے کہ "قرآن مجید میں بتوں کو وسیلہ بنانے والے بتوں کے پجاریوں کی مذمت کی گئی ہے۔ بت اللہ کے دشمن ہیں اور ان کی عبادت کر کے ربّ کے قرب کا ذریعہ سمجھنا شرک ہی شرک ہے جبکہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی یعنی پیر و اولیا تو اللہ کے محبوب و مقرب ہیں، یہ اللہ کے دشمن بتوں کی طرح نہیں۔

حالانکہ پہلے واضح ہو چکا ہے کہ مشرکین عرب بتوں کے علاوہ بھی نیک ہستیوں کو پکارتے تھے اور اُن کو وسیلہ بناتے تھے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ۝٥٦ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝٥٧ ﴾[2]

"آپ فرما دیں! اُنہیں پکارو جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ تم سے تکالیف دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ

---

۱ صحیح مسلم: ۱۱۸۵

۲ سورۃ الاسراء: ۵۶، ۵۷

تو خود ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

اس آیت سے واضح ہوا کہ مشرکین مقبول بندوں کو پکارتے تھے اور اسی آیت کی تفسیر میں نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے وضاحت کر دی ہے کہ مقبول بندوں سے ان کی مراد ملائکہ، عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ تھے۔ لہٰذا مضمون نگار کا بتوں اور مقبولان بارگاہ ایزدی کا فرق کر کے دونوں میں جُدائی کرنا بے معنیٰ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ بزرگوں کو وسیلہ بنانے اور فوت شدگان کو قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھنے کی وجہ سے مشرک تھے تو یہ شرک آج بھی موجود ہے۔ اور رہا یہ مسئلہ کہ وہ عبادت کرتے تھے، تو آج بھی نذر و نیاز ہوتی ہے اور دیگر عبادات والے افعال بزرگوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: "اکثر عوام فوت شدہ لوگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اُن کے مزارات پر روپے پیسے، موم بتیاں اور تیل لے جاتے ہیں۔ یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے۔"[1]

مزید علامہ ابن عابدین شامی حنفی کے حوالے سے نذر کے حرام ہونے پر اُنہوں نے دلائل دیتے ہوئے لکھا ہے: "کیونکہ نذر ایک عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں۔"[2]

اور یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ یہ عبادت بھی آج بزرگوں کی ہو رہی ہے، لہٰذا مضمون نگار کے نزدیک ایسے افراد پر فتویٰ صادر ہو گا جب یہ فتویٰ شرک صادر ہوا تو شرک کی نفی چہ معنی دارد!

④ **وسیلہ کی عدم ممانعت سے دلائل:** یہ شبہ بھی بڑا عجیب ہے کہ قرآنِ مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں جس میں مقبولانِ بارگاہ ایزدی کو اللہ کے درمیان وسیلہ بنانے سے روکا گیا ہو اور ساتھ یہ دعویٰ بھی کر دیا گیا کہ کسی آیت یا حدیث میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ وسیلہ بنانے کا حکم اور اجازت ہے۔[3]

**تبصرہ:** جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن میں مشرکوں کے وسیلے کی مذمت ہے تو جب وہ

---

۱ شرح صحیح مسلم: ۵۳۹/۴

۲ شرح مسلم: ۵۳۹/۴

۳ مضمون اُمتِ توحید اور پندرھویں صدی، قسط نمبر ۳، کالم نمبر ۲

بزرگوں کو وسیلہ بناتے تھے تو گویا اس طرح ممانعت خود بخود تسلیم کرلی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دلیل منع کی نہیں بلکہ ثبوت کی چاہیے اور اُنہوں نے جو حکم کا دعویٰ کیا کہ ہمیں اولیا و فوت شدگان کو وسیلہ بنانے کے حکم پر کوئی آیت یا حدیث نہیں ملی تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے جو کسی صاحبِ علم کو زیب نہیں دیتا۔

⑤ **بت اور قبر میں فرق کی کوشش:** زیرِ نظر مضمون میں بت اور قبر میں فرق کی بات کی گئی لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر قبر پر بھی عبادت والے کام ہوں تو وہ بھی بت بن جاتی ہے اور اس میں اور مورتی میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں رہتا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے دعا کی تھی: «اللهم لا تجعل قبري وثنًا يعبد»[1]

''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے''

اس سے واضح ہوا کہ قبر بھی بت بن جاتی ہے۔

⑥ **صفات میں مشابہت:** تیسری قسط میں یہ کہا گیا کہ تقریباً ساٹھ آیات ایسی ہیں کہ جن میں ایک ہی وصف اللہ کے بارے میں اور اللہ کے بندوں کے بارے میں بھی موجود ہے اور اللہ کے بارے میں اور لحاظ سے اور بندوں کے بارے میں اور لحاظ سے ہے۔ گویا بندوں میں بھی اللہ کے اوصاف پائے جاسکتے ہیں اور اس سے شرک لازم نہیں آتا۔

**تبصرہ:** لفظی مشابہت سے دونوں میں برابری نہیں ہوتی۔ یہ اپنے اپنے لحاظ سے علیحدہ استعمال ہے۔ اللہ کا سمیع ہونا اور مخلوق کا سمیع ہونا برابر نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک وقت میں دنیا جہاں کی سنتا ہے، دور و نزدیک سے سنتا اور سمجھتا ہے اور کوئی مخلوق انسان، بہ یک وقت دو انسانوں کی گفتگو کو سن کر سمجھنے پر قادر نہیں، کجا یہ کہ وہ تمام مخلوقات کی التجائیں سنے۔ معلوم ہوا کہ خالق و مخلوق کی صفات میں کوئی مشابہت نہیں۔

دراصل قیاسات کرکے اللہ کی قدرت کو انسانوں کی محدود صلاحیتوں پر قیاس کرلیا جاتا ہے جو کسی عالم کو زیب نہیں اور پھر عقیدے کے مسئلے میں قیاسات کرنا بھی اُصولِ دین سے بے خبری ہے۔ مزید برآں اس سے زیادہ افسوس ناک صورت حال تو یہ ہے کہ جن خدائی صفات کا مظہر اور حامل آج بزرگانِ دین و اولیا کو سمجھا جاتا ہے، ان کی لفظی مشابہت پر بھی کوئی دلیل موجود نہیں مثلاً غوث، دستگیر، لجپال، داتا، گنج بخش، غریب نواز وغیرہ تو ان صفات

1 مسند حمیدی: ۱۰۲۵، مسند احمد: ۲/۲۴۶، عبد الرزاق: ۸/۴۶۴، موطا مالک: ۴۱۹

کے بزرگوں کی طرف انتساب کی بھی تو کوئی دلیل ہونی چاہی تھی۔
سید علی ہجویری تو اس کی تردید کرتے ہیں کہ
''خلقت تجھے گنج بخش اور داتا کہتی ہے جبکہ رنج بخش اور گنج بخش ذاتِ حق ہی ہے۔
آگے لکھتے ہیں کہ ''شرک مت کر جب تک زندگی بسر کرے۔'' وحده لا شريك له ''یعنی وہ ذاتِ حق ہر طرح یکتا ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں''[1]
واضح ہوا کہ بزرگانِ دین بھی سمجھتے تھے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو ان اَوصاف کا حامل سمجھنا درست نہیں اور وہ شرک پر جری کرنے کی بجائے اُمت کو شرک سے ڈراتے تھے۔

٧ **آثارِ مقدسہ پر حاضری اور تبرک کے لیے سفر:** ان مضامین میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کے آثارِ مقدسہ پر حاضری برکت کے حصول کے لیے جانا صحابہ کا عقیدہ تھا۔ اسلئے آج بھی آثار مقدسہ کا تبرک کیلئے سفر درست ہے۔

**تبصرہ:** ان دلائل پر ذرا غور کیا جائے تو وہ ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِه﴾ کا مصداق ہیں۔ کسی سفر پر جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں محبتِ رسول ﷺ کا اظہار کرنا اور چیز ہے اور بالخصوص اسی مقصد کے لیے سفر کرنا اور دعاؤں کی قبولیت کے لیے وہاں جانا اور بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آثار و تبرکات میں سے جن زیارات کا ثبوت مل جائے، اُن کا انکار نہیں، لیکن ضعیف روایات کے ذریعے اتنے حساس مسائل میں کمزور استدلال کرنا کسی صاحب علم کو رَوا نہیں۔

اس حوالے سے پیش کئے گئے دلائل میں نابینا صحابیؓ عتبان بن مالک کا واقعہ پیش کیا گیا ہے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کو گھر بلا کر نماز کی درخواست کی تاکہ اس جگہ کو جائے نماز بنالوں تو اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ جن آثارِ نبویہ پر نماز پڑھتے تھے، وہ خاص اس مقصد کے لیے سفر کر کے نہیں جاتے تھے بلکہ عمل حج اور سفر مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کا حق ادا کرتے تھے۔

اور جس دلیل سے دعاؤں کی قبولیت کے لیے بزرگوں اور نیک ہستیوں کے آثار والی جگہ کی طرف سفر کا استدلال کیا گیا ہے وہ روایت ہی ضعیف ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

1 کشف الاسرار: صفحہ ۹ ... تصوف ایڈیشن

"غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا مانگی، جو بدھ کے دن دو نمازوں کے درمیان قبول ہوئی اور جب بھی مجھ پر کوئی مشکل مرحلہ آیا، میں نے بدھ کے دن اسی وقت میں دو نمازوں کے درمیان مسجد فتح میں جا کر دُعا کی، ہر بار میری دعا قبول ہوئی اور مجھے پتہ چل گیا۔"[1]

اس روایت کی سند میں کثیر بن زید راوی ہے جس کے متعلق امام ابو حاتم نے لکھا ہے:

"یہ راوی قوی نہیں۔"[2]

اور مسند احمد کے محققین کی جماعت نے بھی راوی کثیر بن زید کی وجہ سے اس کو روایت ضعیف قرار دیا ہے۔[3] جب یہ روایت ہی ضعیف ہے تو مزارات کے لیے رختِ سفر باندھ کر وہاں سے فیض حاصل کرنے کا عقیدہ بھی بے بنیاد ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اس باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے جن واقعات کا سہارا لیا گیا یا تو وہ ضعیف قصے ہیں یا اس موضوع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بلکہ بے جا تکلّف کرتے ہوئے ان سے مطلب کی باتیں نکالی گئی ہیں۔ اس قسم کے دلائل پر عقیدہ کی پختہ عمارت کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ ان روایات کے بارے میں مزید تفصیل ملاحظہ ہو:

① بلال بن حارث کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ اُنہوں نے دورِ فاروقی میں روضۂ رسول ﷺ پر جا کر مدد چاہی۔[4]

اس کی سند میں اعمش راوی مدلّس ہے اور عن سے بیان کر رہا ہے۔ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ جمہور محدثین کے مذہبِ مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔[5]

② محمد بن منکدر تابعی کے متعلق لکھا ہے کہ اُنہوں نے کہا: مجھ پر جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو میں رسول اللہ ﷺ کی قبر سے استعانت کرتا ہوں۔[6]

۱ الادب المفرد از امام بخاری: ۵۵۸، مسند احمد: ۱۴۶۱۷، وفاء الوفا: ۳/ ۳۹

۲ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۷/ ۲۰۴

۳ الموسوعۃ الحدیثیہ مسند احمد بن حنبل: ۲۳/ ۴۲۵

۴ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۹۸

۵ فتاویٰ رضویہ: ۵/ ۲۴۵، ۲۶۶

۶ سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۱۵۹

یہ قصہ بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں اسماعیل بن یعقوب تیمی راوی ہے۔ سیر اعلام النبلا کے مؤلف امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال[1] پر اس راوی کے متعلق لکھا ہے کہ ابو حاتم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ امام مالک سے ایک منکر حکایت بیان کرتا ہے اور اعلام النبلاء کے محقق شعیب ارناؤط نے لکھا ہے کہ اس قصے کی سند ضعیف ہے۔[2]

④ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی جماعت کے ساتھ علی الرضا کی قبر پر گئے اور تواضع سے کھڑے رہے۔[3]

اس سے تو قبر کی زیارت کا ثبوت ملتا ہے، اس واقعے میں نہ خاص سفر کا تذکرہ ہے اور نہ کوئی خرافات... لہٰذا یہ مدعا کے مطابق نہیں۔

④ چوتھی صدی میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے امام علی الرضا کی قبر شریف کی حاضری کو ہر مشکل کا حل قرار دیا ہے۔[4]

یہ بہت بڑا دھوکہ ہے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ پر الزام ہے کہ انہوں نے قبر کی حاضری کو ہر مشکل کا حل قرار دیا۔ بلکہ اُنہوں نے تو یوں فرمایا:

دعوت الله عزوجل إزالتها عني إلا استجيب لي وزالت عني تلك الشدّة[5]

''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی میری دعا قبول کی گئی اور میری تکلیف دور ہو گئی۔''

اُنہوں نے تو اللہ سے دعا کو مشکلات کے حل کا ذریعہ بنایا ہے۔

⑤ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر بعض لوگوں کا تبرک لینے والا عمل[6] کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ یہ نہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا، نہ ان کا حکم تھا اور نہ ہی ان کا عمل تھا۔ اگر بعض الناس کے عمل سے کوئی عقیدہ ثابت ہوتا ہے تو جو کچھ جاہل عوام مزارات پر اس دور میں کر رہے ہیں کیا اُنہیں بھی آپ کے عقائد میں شمار کر لیا جائے؟

---

١ ١/ ٢٥٤، ٩٢٩

٢ سیر اعلام النبلاء، محقق: ٥/ ٣٥٩

٣ تہذیب التہذیب: ٤/ ٦٥٧ بحوالہ مضمون قسط نمبر ٤

٤ کتاب الثقات: ٥/ ٣٢٥

٥ الثقات: ٨/ ٤٥٧ طبع فاروق الحدیثہ

٦ البدایۃ والنہایۃ: ١٤/ ٥٥٢، ٥٥٣، بحوالہ مضمون قسط نمبر ٤

دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت بھی اُمت کا بہت بڑا مسئلہ ہے، لیکن ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف اس کو ہی اُمت کا مسئلہ نہیں بتایا گیا۔ہاں آج اُمت میں یہ بیماری بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر کی سنگین بیماری بھی ہے۔ لہٰذا اُمت کے مسائل کا حل یہ ہے کہ ہر اس بیماری سے بچا جائے جو عقیدہ توحید کی خالص عمارت کو نقصان پہنچا رہی ہے اور دعوتِ توحید پر اثر انداز ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ آخرت کی فکر بھی ضروری ہے۔

## مضمون کے بعض داخلی تضادات

آخری گزارش ہے کہ آدمی کو اپنے عقیدہ و عمل میں کتاب و سنت سے تمسک کرنا چاہیے وگرنہ آدمی تضادات کی قلابازیاں کھاتا ہے جس کے نمونے جلالی صاحب کے ان زیر نظر مضامین میں جابجا ہیں۔ آخر میں مضمون کے ان داخلی تضادات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مضمون نگار ایک جگہ لکھتے ہیں:

① شرک ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ (قسط نمبر ۱، کالم نمبر ۳)

اور دوسری جگہ اس کے برعکس راقم ہیں:

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ شرکِ جلی کا امکان نہیں۔'' (قسط نمبر، کالم نمبر ۲)

اسی طرح ایک جگہ لکھتے ہیں:

''قبائل کے مشرک ہو جانے کا ذکر بعد کا معاملہ ہے۔'' (قسط نمبر ۲، کالم نمبر ۱)

② آگے جا کر اس کے برخلاف لکھتے ہیں:

③ اگر بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ (قسط نمبر ۲، کالم نمبر ۳)

④ محبوبانِ الٰہی کو معبود بنا کر قربِ ایزدی کا وسیلہ بنانے والے پر فتویٰ لگے گا۔ (قسط نمبر ۳، کالم نمبر ۲)

نتیجہ یہ نکلا کہ شرک کے عدم وجود کا دعویٰ انہی کی تحریر سے ردّ ہوتا نظر آتا ہے۔